29

چندہ جلسہ سالانہ اور تحریک جدید کی ادائیگی میں ہمہ تن مشغول ہو جائیں

(فرمودہ 8 نومبر 1940ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"غالباً آج ہی کے "الفضل" میں مَیں نے ایک اعلان ناظروں کی طرف سے پڑھا ہے جس میں انہوں نے جلسہ سالانہ کے چندہ کی طرف جماعت کے دوستوں کو توجہ دلائی ہے۔ میں متواتر کئی سالوں سے دیکھ رہا ہوں کہ جلسہ سالانہ کے اخراجات اس کی آمد سے بڑھ جاتے ہیں اور سال بھر کوشش کرتے کرتے تھوڑا بہت قرض جو انجمن اتارتی ہے وہ جلسہ سالانہ کے قریب پھر اپنی جگہ آجاتا بلکہ پہلے سے کچھ بڑھ ہی جاتا ہے۔ پچھلے سال بھی غالباً دس ہزار کے قریب خرچ آمد سے زیادہ رہا اور اس دفعہ بھی جیسا کہ اس اعلان سے ظاہر ہوتا ہے قریباً چار ہزار روپیہ اس وقت تک آیا ہے حالانکہ جلسہ سالانہ کے اخراجات کا اندازہ بوجہ اس کے کہ اجناس کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں 25 ہزار روپیہ ہے اور یہ اندازہ بھی گزشتہ سے پیوستہ سال کے خرچ کے مطابق ہے، گزشتہ سال کے اخراجات کے اندازہ پر مبنی نہیں۔ اگر گزشتہ سال کے اخراجات پر ہی اندازہ لگایا جاتا تو چالیس ہزار روپیہ تک خرچ کا اندازہ ہوتا۔ گزشتہ سال چونکہ جوبلی کا جلسہ تھا اور لوگ کثرت سے قادیان آئے تھے اس لئے انہوں نے اس سال کے

اخراجات کی بنیاد گزشتہ جلسہ جوبلی سے پہلے سال کے اخراجات پر رکھی ہے لیکن پھر بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے لوگ پہلے سے زیادہ جلسہ سالانہ پر آتے ہیں اور ہر سال لوگوں کا زیادہ آنا بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت ہر سال بڑھ رہی ہے۔ اسی طرح جو بیعتوں کی فہرستیں چھپتی رہتی ہیں ان کا اندازہ لگا کر اور جو نسل بڑھ رہی ہے اس کو دیکھتے ہوئے بھی یہ قطعی اور یقینی بات ہے کہ ہماری جماعت میں آٹھ دس ہزار آدمی سالانہ بڑھ جاتے ہیں۔

یہ زیادتی جو ہر سال ہو رہی ہے اس کے ساتھ ساتھ چاہیئے تو یہ تھا کہ آمد بھی بڑھتی جاتی مگر بجائے اس کے کہ آمد بڑھتی وہ قریباً ہر سال ایک جگہ پر ہی قائم رہتی ہے یعنی آمد پندرہ سولہ سترہ یا اٹھارہ ہزار روپیہ ہوتی ہے اور اخراجات ہمیشہ بیس پچیس ہزار روپے ہوتے ہیں۔ گزشتہ سال تو یہ اخراجات بہت زیادہ ہوئے تھے۔ اس طرح ہر سال پانچ چھ ہزار روپیہ سے لے کر آٹھ دس ہزار روپیہ تک سلسلہ پر بار پڑ جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کے دلوں میں جہاں جلسہ سالانہ میں شمولیت کی اہمیت ہے وہاں جلسہ سالانہ کے اخراجات برداشت کرنے کی اہمیت ان کے دلوں میں نہیں حالانکہ اگر اخراجات اسی طرح بڑھتے چلے جائیں تو آئندہ جلسہ سالانہ کے انتظام میں بہت سے خطرات پیدا ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔ بعض دوستوں نے انہی مشکلات کو دیکھ کر متواتر یہ مشورہ دیا ہے کہ جلسہ سالانہ پر کھانے کا انتظام جماعت کی طرف سے نہ ہو بلکہ لوگ اپنے اپنے کھانے کا انتظام خود کیا کریں۔ بادی النظر میں یہ تجویز گو اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن اگر اس طرح کیا جائے تو گو انجمن ہر سال آٹھ دس ہزار کے بار سے بچ جائے گی مگر جماعت چالیس پچاس ہزار کے مزید بار کے نیچے دب جائے گی۔ کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ جو لوگ بازار سے خرید کر کھانا کھائیں گے انہیں نسبتاً زیادہ خرچ کرنا پڑے گا اور اس طرح جماعت ایک مزید بار کے نیچے آجائے گی۔ جو لوگ چندہ دیتے ہیں وہ تو سمجھ لیں گے کہ جو کچھ انہوں نے چندہ دینا تھا وہ کھانے میں سے منہا ہو گیا لیکن ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوتے ہیں جن کا چندہ اخراجاتِ جلسہ کے برابر ہو۔ میرا خیال ہے کہ جلسہ سالانہ پر جتنے لوگ آتے ہیں ان میں سے دو تین سَو سے زیادہ لوگ ایسے نہیں ہوتے جن کا چندہ

ان کے اخراجاتِ جلسہ سے زیادہ ہو اور صرف چند آدمی ایسے ہوتے ہیں جو غیر معمولی طور پر زیادہ چندہ دے دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ بالعموم جماعتیں اس چندہ کی طرف توجہ نہیں کرتیں اور افراد بھی اس میں بہت کم حصہ لیتے ہیں۔

پس آج میں تمام جماعتوں کو بالخصوص قادیان والوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ان کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔ ہم لوگ میزبان ہیں اور باہر سے آنے والے مہمان ہیں۔ پس ہم پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہے۔ کئی موقعوں پر لوگوں کے گھروں میں مہمان آجاتے ہیں اس وقت وہ جانتے ہیں کہ انہیں اپنے مہمانوں کے لئے کتنے بوجھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ اسی طرح شادیوں کے موقع پر یا جب کوئی بچہ پیدا ہو یا کسی کی وفات ہو جائے تو دس دس، پندرہ پندرہ، بیس بیس مہمان آجاتے ہیں اور لوگ خوشی سے اس بوجھ کو برداشت کرتے ہیں۔ اگر ایک بڑھیا فاقوں مر رہی ہو اور اس کے پھٹے پرانے کپڑے ہوں اور اتفاقاً اس کا داماد آجائے تو وہ یہ نہیں کہتی کہ اب میں اپنے داماد کو کہاں سے کھلاؤں بلکہ چاہے وہ قرضہ اٹھائے، چاہے اپنی کوئی چیز فروخت کرے یا گروی رکھے اخراجات ضرور برداشت کرتی ہے۔ تو اگر ذمہ داری کا وہ احساس جو ہر غریب کو بھی ہوتا ہے اس سے نصف احساس بھی ہماری جماعت کے دلوں میں پیدا ہو جائے تو وہ کئی گُنے زیادہ اس چندہ میں حصہ لے سکتی ہے۔

قادیان کے لوگوں کے متعلق عام طور پر یہ شکایت پائی جاتی ہے کہ وہ جلسہ سالانہ کے دنوں میں اپنے کھانے کا بوجھ بھی سلسلہ پر ڈال دیتے ہیں اور اگر جلسہ سالانہ کے مہمانوں پر بیس پچیس ہزار کے قریب روپیہ خرچ آتا ہے تو اس میں سے چار پانچ ہزار کے قریب قادیان والوں پر خرچ ہو جاتا ہے۔ اگر قادیان کے تمام لوگ اپنے کھانے کا گھروں میں انتظام کریں تو جلسہ سالانہ کے اخراجات سولہ سترہ ہزار میں پورے ہو سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ بات درست ہے مگر اس میں بہت سی دقتیں اور مشکلات حائل ہیں۔ ان دنوں سارے آدمی کام پر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ مرد بھی اور عورتیں بھی اور اس وجہ سے گھروں میں کھانے کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ ہم نے کئی دفعہ چاہا ہے کہ اس بات کی سختی سے پابندی کی جائے کہ قادیان کے رہنے والے اپنے کھانے کا اپنے گھروں میں خود انتظام کریں مگر جب

ہم نے غور کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ اگر ایسا کیا جائے تو مہمان نوازی نہیں ہو سکے گی کیونکہ لازماً کھانے کی تیاری وغیرہ کے لئے عورتوں کو اپنے گھروں میں رہنا پڑے گا اور جب وہ اپنے گھروں میں رہیں گی تو جلسہ سالانہ پر آنے والی عورتوں کو کھانا کون کھلائے گا، ان کی نگرانی کون کرے گا اور جلسے کا انتظام کون کرے گا۔ اسی طرح اگر مرد گھر کے کاموں سے پوری طرح فارغ نہ ہوں تو وہ بھی جلسہ سالانہ کے کاموں میں حصہ نہیں لے سکتے۔ صرف ایسے ہی لوگ اس بوجھ کو اٹھا سکتے ہیں جن کے گھروں میں ملازم ہوتے ہیں مثلاً ہمارے گھروں میں ناشتہ وغیرہ گھر سے ہی مہمانوں کو دے دیا جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہماری عورتیں زیادہ کام کرتی ہیں بلکہ وہ گھر کا کام نوکروں کے سپرد کر کے خود جلسہ سالانہ کے کاموں میں مصروف ہو جاتی ہیں اور اس طرح ہمارے گھروں میں ان دنوں میں بھی کھانا تیار ہوتا ہے مگر وہ ہزاروں لوگ جن کے گھروں میں کوئی نوکر نہیں ہوتے اگر ان کی عورتیں گھر کا کام کریں گی تو جلسہ سالانہ کا کام نہیں کر سکیں گی اور اگر جلسہ سالانہ کا کام کریں گی تو گھر کا کام نہیں کر سکیں گی۔ غرض عورتیں چونکہ ان دنوں اپنے گھر کا کام نہیں کر سکتیں اس لئے ان کے بچے، خاوند اور دیگر رشتہ دار اپنا کھانا لنگر سے منگواتے ہیں اور خود جلسہ کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ اور گو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو کوئی کام نہیں کرتے مگر ایسے کمزوروں یا منافقوں کا وجود ہر جماعت میں پایا جاتا ہے۔ ورنہ جس طرح مخلص مرد اِن دنوں کام میں مشغول ہوتے ہیں اسی طرح مخلص عورتیں کام میں مشغول ہوتی ہیں اگر انہیں کام سے فارغ کر دیا جائے تو جلسہ سالانہ کا انتظام نہیں ہو سکتا اور اگر انہیں کام پر رکھا جائے تو سلسلہ پر ان کے کھانے کا بوجھ پڑنا یقینی بات ہے۔ لیکن ایک چیز ایسی ہے جسے اگر قادیان کے رہنے والے اختیار کر لیں تو باوجود سلسلہ پر ان کے کھانے کا بار ہونے کے وہ بوجھ زیادہ تکلیف دہ صورت اختیار نہیں کر سکتا اور وہ یہ کہ جتنا بوجھ ان کی وجہ سے سلسلہ پر پڑتا ہے اُتنا ہی بوجھ وہ جلسہ سالانہ کے چندہ میں حصہ لے کر اٹھا لیں تب یقیناً وہ روک جو آمد کی کمی کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے دور ہو جائے۔

پس سب سے پہلے مَیں قادیان کی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس چندہ میں زیادہ حصہ لے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت پر پہلے ہی کئی قسم کے بار ہیں مگر یہ بار بھی

انہی باروں میں سے ہے جن کو جماعت نے اٹھانا ہے اور یہ اسی طرح دور ہو سکتا ہے کہ یا تو اس کام کو بند کر دیا جائے اور یا پھر چندہ میں فراخ دلی سے حصہ لیا جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جلسہ سالانہ کو کسی صورت میں بھی بند نہیں کیا جا سکتا۔ پس جب اسے بند نہیں کیا جا سکتا تو یہی صورت رہ جاتی ہے کہ ہم اس بوجھ کو اپنی طاقت کے مطابق اٹھا لیں۔ اس کے ساتھ ہی میں بیرونی جماعتوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس چندہ کی طرف خاص طور پر توجہ کریں۔ جس طرح تحریک جدید کے چندہ کے متعلق بار بار تحریکات ہوتی رہتی ہیں اسی طرح اگر صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے متواتر ہفتہ میں دو تین دفعہ ایسے اعلانات ہوتے رہیں کہ فلاں فلاں جماعت نے جلسہ سالانہ کا چندہ دے دیا ہے اور فلاں فلاں جماعت نے نہیں دیا یا بہت کم دیا ہے، اسی طرح چندہ میں نمایاں طور پر حصہ لینے والی جماعتوں کے نام شائع ہوتے رہیں تو میں سمجھتا ہوں جو جماعتیں سُست ہیں وہ ہوشیار ہو جائیں اور جو جماعتیں چُست تو ہیں مگر ان کے سیکرٹری یا پریذیڈنٹ سست ہیں ان کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ ہوشیار ہو جائیں۔ آخر وجہ کیا ہے کہ جلسہ سالانہ کے اخراجات کے لئے ایک آدھ اعلان کافی سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کے متعلق بار بار تحریکات نہیں کی جاتیں۔ بیس پچیس ہزار کا بار معمولی نہیں ہوتا۔ جماعت کو خاص طور پر قربانیاں کر کے یہ بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے اور مزید برآں انہیں اپنے کرایہ کے لئے بھی کچھ روپیہ بچانا پڑتا ہے۔ اس لئے جماعتوں کو صرف ایک چٹھی لکھ دینا کافی نہیں ہو سکتا اس کے لئے تو اس طرح شور ڈال دینا چاہیئے کہ جماعت کے ہر فرد کو یہ احساس ہو جائے کہ مجھے اپنے فرض کی ادائیگی کا فکر کرنا چاہیئے۔ میں نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ صدر انجمن احمدیہ نے اس طرح چندہ جلسہ سالانہ کے حصول کے لئے جدوجہد کی ہو۔ بالعموم صرف ایک دو چٹھیاں لکھنے پر کفایت کر لی جاتی ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ آپ ہی آپ چندہ آجائے گا حالانکہ یہ سال کے آخری دن ہوتے ہیں اور ان دنوں میں ایک طرف لوگوں نے جلسہ سالانہ کے لئے قادیان آنا ہوتا ہے اور اس کے لئے انہیں اخراجات کی فکر ہوتی ہے۔ دوسری طرف اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے انہیں یہ فکر ہوتا ہے کہ اب سردی آگئی ہے ان کے لئے گرم کپڑوں کا انتظام کرنا چاہیئے۔ تیسری طرف ان کے سامنے چندہ جلسہ سالانہ کی تحریک ہوتی ہے۔ چوتھی طرف ماہوار چندوں میں باقاعدگی

کی بھی ان سے امید کی جاتی ہے۔ غرض ان ایام میں ان سے زبردست قربانی کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور قربانی ہی ہے جو جماعت کی ترقی کا موجب بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند آتی ہے کہ وہ کہتا ہے جو جماعت یہ قربانی کر رہی ہے میں اسے ضرور ترقی دوں گا۔ اگر ہر ترقی کے ساتھ جماعت اپنی قربانی میں بھی اضافہ کرتی چلی جائے تو جماعت کی ترقی کی رفتار بہت زیادہ تیز ہو جائے۔ تم ایک طرف اگر صدر انجمن احمدیہ کی تحریکات کو رکھو اور دوسری طرف تحریک جدید کے متعلق جو مختلف اوقات میں نوٹ مضامین اور اعلانات وغیرہ شائع ہوتے رہتے ہیں وہ رکھو تو تمہیں صدر انجمن احمدیہ کی تحریکات دسواں حصہ بھی نظر نہیں آئیں گی۔ پس انہیں چاہیئے کہ وہ اس نقص کا ازالہ کریں اور متواتر اخبار میں یہ اعلان کراتے رہا کریں کہ فلاں فلاں جماعت کی طرف سے چندہ آیا ہے اور فلاں فلاں جماعت کی طرف سے چندہ نہیں آیا۔ اسی طرح جنہوں نے زیادہ اخلاص سے کام لیا ہو اُن کا نمایاں طور پر ذکر کیا جائے تا کہ اگر جماعت سست ہے تو اس کے کارکن اسے ہوشیار کر دیں اور اگر کارکن سست ہیں تو جماعت ان کو بیدار کر دے۔ اگر اس طرح تمام جماعتوں میں زندگی اور بیداری پیدا کی جائے تو کوئی تعجب نہیں کہ چندہ کی نہ صرف تمام رقم پوری ہو جائے بلکہ مطلوبہ رقم سے زیادہ چندہ اکٹھا ہو جائے۔ لیکن اگر مطالبہ تو 25 ہزار کا ہو اور وصول 15، 16 ہزار ہو تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ چندہ کی وصولی میں چالیس فیصدی کمی ہے اور یہ کمی کسی صورت میں بھی برداشت نہیں ہو سکتی۔ یہ مان لیا کہ دو یا تین فیصدی ہماری جماعت میں کمزور لوگ بھی ہیں مگر 25 ہزار کا مطالبہ کیا جائے اور آئے 15، 16 ہزار۔ یہ بتاتا ہے کہ اس چندہ کے لئے کبھی پورے طور پر زور نہیں دیا گیا۔ پس میں بیرونی جماعتوں کو بھی اس امر کی طرف خاص طور پر متوجہ کرتا ہوں کہ وہ یہ خیال نہ کریں کہ ان پر بوجھ پڑا ہوا ہے۔ انہوں نے ہی بوجھ اٹھانا ہے اور ان کا فرض ہے کہ وہ کسی تحریک میں بھی سست نہ ہوں۔ ماہوار چندوں کی ادائیگی کی بھی پوری پوری کوشش کریں۔ چندہ جلسہ سالانہ میں بھی حصہ لیں، چندہ تحریک جدید میں بھی حصہ لیں اور اسی طرح جلسہ سالانہ پر نہ صرف خود آئیں بلکہ اپنے دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی لائیں کیونکہ خالی روپیہ کا انتظام کافی نہیں جب تک کثرت سے لوگ جلسہ میں شمولیت کے لئے نہ آئیں۔ پس دوستوں کو

اس چندہ کی وصولی کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور یہ بھی کوشش کرنی چاہئیے کہ جلسہ سالانہ پر وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں۔

اس کے بعد میں تحریک جدید کے چندہ کی طرف جماعت کے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس مہینہ میں اور اس سے پچھلے ڈیڑھ مہینہ میں جماعت نے اس چندہ کی طرف خاص توجہ کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہؤا ہے کہ اس سال نہ صرف گزشتہ سال کے برابر وصولی ہو گئی ہے بلکہ آمد میں خفیف سا اضافہ ہو گیا ہے۔ ☆ اڑھائی مہینے پہلے تو وصولی میں پچاس فیصدی تک کمی تھی مگر ان اڑھائی ماہ میں توجہ کرنے کا نتیجہ یہ ہؤا کہ چندۂ تحریک جدید کی آمد خدا تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سال سے دو چار سو روپیہ بڑھ گئی ہے مگر اس کے یہ معنے بھی نہیں کہ چونکہ 31 اکتوبر کی تاریخ گزر چکی ہے اس لئے اب جماعت کو اس کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لینی چاہیئے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس کے متعلق پہلے کافی زور دیا جا چکا ہے اس لئے اب مزید زور دینا مناسب نہیں۔ مگر جہاں تک میں نے سوچا ہے یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ جنہوں نے چندہ دے دیا ہے ان سے ہم نے دوبارہ چندہ نہیں لینا بلکہ جنہوں نے ابھی تک چندہ نہیں دیا صرف ان سے چندہ وصول کرنا ہے۔ بے شک گزشتہ اڑھائی مہینہ میں جماعت نے بہت قربانی سے کام لیا ہے مگر یہ قربانیاں جنہوں نے کیں انہوں نے ہی کی ہیں سب نے نہیں کیں۔ اور ہمارا فرض ہے کہ جنہوں نے ابھی تک اس میں حصہ نہیں لیا ان کو بھی حصہ لینے کی تحریک کریں۔ ممکن ہے بعض کارکن یہ خیال کرتے ہوں کہ ہم نے اڑھائی مہینہ تو خوب محنت سے کام کیا ہے اب مہینہ دو مہینے ہمیں آرام کرنا چاہیئے مگر میں امید کرتا ہوں کہ وہ خالص ایمان جو مومن کی ہمت کو بڑھاتا ہے اس سے کام لیتے ہوئے وہ اُس وقت تک چین اور آرام نہیں کریں گے جب تک تمام لوگوں سے تحریک جدید کا چندہ وصول نہ کر لیں۔

ابھی تک تحریک جدید کے چندہ میں 32 ہزار روپیہ کی وصولی باقی ہے اور بیس بائیس ہزار گزشتہ سالوں کے چندہ میں سے رہتا ہے۔ اس تمام روپیہ کی وصولی کے لئے ان لوگوں پر زور دینا چاہیئے جنہوں نے تاحال اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا۔ وہ مخلصین جنہوں نے گزشتہ

☆ اس خطبہ کے بعد کے ایام میں پھر کچھ کمی آ گئی ہے۔ منہ

اڑھائی ماہ میں اس چندہ کی ادائیگی کی طرف توجہ کی اور جنہوں نے اپنے وعدوں کو پورا کر دیا ان کے لئے تو بے شک وقفہ ہو سکتا ہے مگر اب جو تحریک جماعت کے کارکن کریں گے اس کا بوجھ ان لوگوں پر پڑے گا جنہوں نے گیارہ مہینے غفلت سے گزار دیئے اور انہوں نے اپنے وعدوں کو پورا کرنے کا کوئی خیال نہ کیا۔ پس گیارہ مہینے دوسروں سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے وہ کسی آرام کے مستحق نہیں بلکہ اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں بیدار کیا جائے۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تحریک جدید کے چندہ میں قادیان کی جماعت کی وصولی نہ صرف پچھلے سال سے کم ہے بلکہ باہر کی کئی جماعتوں سے بھی کم ہے اور یہ پہلا سال ہے جس میں قادیان کی جماعت بعض دوسری جماعتوں سے پیچھے رہی۔ اس میں بہت سا دخل میری ایک بیوی کی بیماری کا بھی ہے جو لجنہ اماء اللہ کی سیکرٹری ہیں اور جو بیمار رہنے کی وجہ سے ہی چندہ کی وصولی کا اہتمام نہیں کر سکیں۔ مگر میں اس بات کا قائل نہیں کہ کوئی زندہ جماعت ایسی بھی ہو سکتی ہے جس کے کسی کام کا انحصار صرف ایک آدمی پر ہو اور اگر وہ بیمار ہو جائے یا خدانخواستہ فوت ہو جائے تو کام بند ہو جائے۔ اس وقت ہمیں جو کارکن میسر ہیں کیا ان کے متعلق کوئی بھی شخص کہہ سکتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ اور جب وہ ہمیشہ زندہ نہیں رہیں گے تو کیا ان کی وفات کے بعد سلسلہ کا کام بند ہو جائے گا؟ زندہ سلسلہ کی علامت یہی ہؤا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں کام کرنے والے آدمی پیدا کرتا چلا جاتا ہے اور اس سلسلہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ انبیاء کی وفات کے بعد ان کے سلسلہ کو زیادہ ترقی دیتا ہے تا دنیا کو یہ بتائے کہ میرے سلسلہ کا انحصار انبیاء کے وجود پر بھی نہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے دین کے لئے سب سے زیادہ قربانی کرنے والے انبیاء ہی ہوتے ہیں مگر خدا تعالیٰ یہ بتانے کے لئے کہ اس کے دین کی ترقی کا انحصار کسی شخصِ واحد کی ذات پر نہیں انبیاء کی وفات کے بعد ان کے قائم کردہ سلسلہ کو اور زیادہ ترقیات دینی شروع کر دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانہ میں بڑی کامیابی ہوئی مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اس سے بھی زیادہ کامیابی ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اس سے زیادہ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نَعُوْذُ بِاللہِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب تھے۔ ان کا قُرب رسول کریم ﷺ کے قُرب کے مقابلہ میں بالکل کم ہے اور ان کی قربانیاں رسول کریم ﷺ کی قربانیوں کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بتانے کے لئے کہ یہ دین میرا ہے کسی انسان کا قائم کردہ نہیں ان کی حقیر کوششوں میں برکت زیادہ ڈال دی۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے تو عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اب سلسلہ تباہ ہو جائے گا اور دشمن خوش تھا کہ چندہ آنا اب بند ہو جائے گا اور جماعت کی ترقی رُک جائے گی مگر جب لوگوں نے ایک دو سال کے بعد دیکھا کہ جماعت افراد کی تعداد کے لحاظ سے بھی بڑھ گئی ہے، قربانی کے لحاظ سے بڑھ گئی ہے اور اشاعتِ دین کے لحاظ سے بھی بڑھ گئی ہے تو انہوں نے یہ نئی بات بنالی کہ اصل میں مولوی نور الدین صاحب جماعت میں ایک بہت بڑے عالم ہیں اور سلسلہ کی تمام ترقی کا انحصار انہی پر ہے۔ مرزا صاحب کی زندگی میں تمام کام مولوی صاحب ہی کرتے تھے۔ گو ظاہر میں مرزا صاحب کا نام رہتا تھا۔ چنانچہ کئی مولوی طرز کے لوگ جو ظاہری علوم کی قدر زیادہ کیا کرتے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی کہا کرتے تھے کہ اس سلسلہ کو مولوی نور الدین صاحب چلا رہے ہیں۔ انہوں نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد دیکھا کہ مولوی صاحب کے زمانہ میں سلسلہ پہلے سے بھی زیادہ ترقی کر رہا ہے تو انہوں نے خوش ہو کر کہنا شروع کر دیا کہ ہم نہ کہتے تھے تمام کام مولوی نور الدین صاحب کا ہے۔ غرض حضرت خلیفۂ اول کے وقت سلسلہ پہلے سے بھی زیادہ ترقی کر گیا اور مخالفوں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دینی شروع کر دی کہ یہ تمام کارروائی نور الدین کی ہے اس کی وفات کے بعد یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ حضرت خلیفۂ اول جب وفات پا گئے تو ان کے بعد اگر جماعت کے وہ مشہور لوگ جو اثر اور رسوخ رکھتے تھے جیسے خواجہ کمال الدین صاحب یا ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری کے لحاظ سے مولوی محمد علی صاحب خلیفہ منتخب ہو جاتے تو انگریزی دان طبقہ یہ خیال کرتا کہ اب جماعت کی ترقی کی وجہ یہ ہے کہ کوئی انگریزی میں دسترس رکھنے والا خلیفہ ہو گیا ہے کیونکہ یہ مغربی علوم کے غلبہ کا ہی زمانہ ہے مولویوں اور ملانوں سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ جیسے حضرت خلیفۂ اول بعض دفعہ

فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ ہمیں غصہ سے قُلْ اَعُوْذِیئے ملّا کہہ دیا کرتے ہیں تو اگر ان میں سے کوئی خلیفہ ہو جاتا تو انگریزی دان طبقہ پھر بھی یہ خیال کر سکتا تھا کہ ممکن ہے جماعت کی ترقی انہی کی وجہ سے ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس الزام کو دور کرنے کے لئے کہ یہ سلسلہ انسانوں پر چل رہا ہے اس انسان کو خلافت کے لئے چُنا جس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ نالائق ہے، ناتجربہ کار ہے، کم علم ہے اور وہ جماعت کو تباہ کر دے گا تا دنیا پر یہ ظاہر کرے کہ یہ خدا کا سلسلہ ہے کسی انسان کا قائم کردہ سلسلہ نہیں۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے مقرب تھے مگر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ سلسلہ ان کا بھی نہیں بلکہ میرا تھا اور بے شک حضرت مولوی نور الدین صاحب ایک بہت بڑے عالم تھے مگر ان کا علم بھی میرے فضل کا نتیجہ تھا اور سلسلہ ان کا نہیں بلکہ میرا تھا اور اس کے بعد خدا نے اس انسان کو خلافت کے لئے چُنا جس کے متعلق دنیا یہ حقارت سے کہتی تھی کہ وہ نہ ظاہری علوم سے آگاہ ہے نہ باطنی علوم جانتا ہے، نہ اس کی صحت اچھی ہے نہ اسے کوئی رعب اور دبدبہ حاصل ہے اور نہ ہی کسی اور رنگ میں وہ لوگوں میں مشہور ہے اور اس طرح خدا نے ظاہر کر دیا کہ اس سلسلہ کو ترقی دینا میرا کام ہے اور میں اگر چاہوں تو مٹی سے بھی بڑے بڑے کام لے سکتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلے خدائی مدد پر چلتے ہیں کسی انسان کی وجہ سے نہیں چلتے اور اگر ہماری جماعت کسی وقت یہ سمجھ لے کہ فلاں شخص کے بیمار ہونے یا چلے جانے یا وفات پا جانے سے سلسلہ کے کام میں خرابی پیدا ہو جائے گی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نے توکل کو چھوڑ دیا۔ جب تک ہماری جماعت میں یہ توکل رہے گا ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نئے سے نئے آدمی کام کرنے والے پیدا نہ کرے۔ آخر ہماری جماعت میں لوگ بیمار بھی ہوتے ہیں اور مر بھی جاتے ہیں مگر کیا کبھی بھی ہمارے کاموں میں رخنہ پڑا؟ ہم نے تو دیکھا ہے کہ جب بھی ایسا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فوراً ایسے آدمی کھڑے کر دیتا ہے جو اِن کے کام کو سنبھال لیتے ہیں۔

حضرت خلیفۂ اول کو علمی لحاظ سے دنیا میں خاص شہرت حاصل تھی۔ اسی طرح مولوی سید محمد احسن صاحب بھی بہت مشہور تھے۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب اور قاضی سید امیر حسین صاحب بھی بڑے پایہ کے عالم تھے گو باہر ان کی علمی شہرت نہیں تھی مگر

حضرت خلیفہ اول کی وفات کی وجہ سے ایک عالِم تو اس طرح ختم ہو گیا اور دوسرا عالِم سلسلہ خلافت سے مرتد ہو گیا۔ تب وہی لوگ جو دس دن پہلے گمنام زندگی بسر کر رہے تھے یکدم آگے آ گئے۔ چنانچہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم، میر محمد اسحاق صاحب اور مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم نمایاں ہونے شروع ہو گئے۔ ان میں سے ایک کتابوں کے حوالے یاد رکھنے کی وجہ سے اور باقی دو اپنے مباحثوں کی وجہ سے جماعت میں اتنے مقبول ہوئے کہ مجھے یاد ہے اُس وقت ہمیشہ جماعتیں یہ لکھا کرتی تھیں کہ اگر حافظ روشن علی صاحب اور میر محمد اسحاق صاحب نہ آئے تو ہمارا کام نہیں چلے گا۔ حالانکہ چند مہینے پہلے حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں انہیں کوئی خاص عزت حاصل نہیں تھی۔ میر محمد اسحاق صاحب کو تو کوئی جانتا بھی نہیں تھا اور حافظ روشن علی صاحب گو جماعتوں کے جلسوں پر آنے جانے لگ گئے تھے مگر لوگ زیادہ تر یہی سمجھتے تھے کہ ایک نوجوان ہے جسے دین کا شوق ہے اور وہ تقریروں میں مشق پیدا کرنے کے لئے آ جاتا ہے مگر حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد چند دنوں میں ہی انہیں خدا تعالیٰ نے وہ عزت اور رُعب بخشا کہ جماعت نے یہ سمجھا کہ ان کے بغیر اب کوئی جلسہ کامیاب ہی نہیں ہو سکتا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد جب اِدھر میر محمد اسحاق صاحب کو نظامی امور میں زیادہ مصروف رہنا پڑا اور ان کی صحت بھی خراب ہو گئی اور اُدھر حافظ روشن علی صاحب وفات پا گئے تو کیا اس وقت بھی کوئی رخنہ پڑا؟ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے فوراً مولوی ابو العطاء صاحب اور مولوی جلال الدین صاحب شمس کو کھڑا کر دیا اور جماعت نے محسوس کیا کہ یہ پہلوں کے علمی لحاظ سے قائم مقام ہیں۔ غرض کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ ہماری جماعت کے کسی آدمی کے ہٹنے یا اس کے مر جانے کی وجہ سے سلسلہ کے کاموں میں کوئی رخنہ پڑا ہو بلکہ جب بھی بعض لوگ ہٹے، بغیر ہماری کوشش اور سعی کے اللہ تعالیٰ گمناموں میں سے بعض آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر آگے لاتا رہا۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا اللہ تعالیٰ نے جو بحر کھولا ہے وہ بھی زیادہ تر اسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے ان کی علمی حالت ایسی نہیں تھی مگر بعد میں جیسے یکدم کسی کو پستی سے اٹھا کر بلندی تک پہنچا دیا جاتا ہے اسی طرح خدا نے ان کو مقبولیت عطا فرمائی اور ان کے علم میں ایسی وسعت پیدا کر دی کہ صوفی مزاج لوگوں کے لئے ان کی تقریر بہت ہی دلچسپ،

دلوں پر اثر کرنے والی اور شبہات و وساوس کو دور کرنے والی ہوتی ہے۔

گزشتہ دنوں مَیں شملہ گیا تو ایک دوست نے بتایا کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی یہاں آئے اور انہوں نے ایک جلسہ میں تقریر کی جو رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوئی۔ تقریر کے بعد ایک ہندو اُن کی منتیں کر کے انہیں اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ ہمارے گھر چلیں آپ کی وجہ سے ہمارے گھر میں برکت نازل ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے کب ہمارا ساتھ چھوڑا ہے جو اَب ہم اس کے متعلق بدگمانی کریں اور یہ خیال کریں کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے یا وفات پا جائے تو سلسلہ کا کام رک جائے گا۔

پس لجنہ اماء اللہ کو چاہیئے تھا کہ جب سیکرٹری بیمار ہوئی تھی تو فوراً کسی اور کو سیکرٹری بنا لیا جاتا اور محلہ وار چندہ کی وصولی پر زیادہ زور دیا جاتا۔ عورتوں کے اندر سلسلہ کے متعلق جو اخلاص پایا جاتا ہے اس کے لحاظ سے کوئی بعید بات نہیں تھی کہ اگر وہ تندہی سے کام شروع کر دیتیں تو تحریک جدید کے چندہ کی وصولی میں مردوں سے بڑھ کر نہ رہتیں۔ مگر انہوں نے توکل سے کام نہ لیا اور سمجھ لیا کہ چونکہ ان کی سیکرٹری بیمار ہے اس لئے انہیں اس کام میں بھی التواء ڈال دینا چاہیئے۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ وہ نیک نامی جو برابر پانچ سال سے ان کو حاصل ہو رہی تھی اس سال اس نیک نامی کے حصول سے وہ محروم رہیں۔

اسی طرح قادیان کے مردوں کو میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ان کی چندہ تحریک جدید کی ادائیگی میں سستی بھی زیادہ تر کمی توکل کی وجہ سے ہے۔ اس دفعہ لڑائی شروع تھی اس لئے لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ ہمیں اکٹھی کھانے پینے کی چیزیں خرید لینی چاہئیں تاکہ غلّہ مہنگا نہ ہو جائے مگر واقعات نے بتا دیا کہ ان کے خیالات غلط ثابت ہوئے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب تک ہماری جماعت کی حفاظت کرنا چاہتا ہے اُس وقت تک ہمیں یقین ہے کہ وہ ان خطرات کو دور رکھے گا اور کبھی ایسے حالات پیدا نہیں ہونے دے گا جو جماعت کو تباہ و برباد کرنے والے ہوں۔ اور اگر بالفرض کسی وقت ایسے خطرات پیدا ہو جائیں تو اس وقت ہمارے جمع کئے ہوئے غلّے ہمارے کس کام آسکتے ہیں۔ وہ تو بہر حال دشمن کے ہی کام آئیں گے کیونکہ دشمن صرف روپیہ ہی نہیں بلکہ غلّہ پر بھی قبضہ کیا کرتا ہے۔ جرمنی کے لوگ اِس وقت

بھوکے مر رہے ہیں۔ اگر وہ ہندوستان پر قبضہ کر لیں تو سب سے زیادہ حرص کے ساتھ وہ غلہ پر ہی قبضہ کریں گے۔ تو یہ امر بھی توکل کے خلاف تھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر جماعت نے ایسا کیا تھا تو اسے چندہ کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ رکھنی چاہیئے تھی اور اس میں کوئی کمی نہیں آنے دینی چاہیئے تھی۔

پس وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک چندہ تحریک جدید ادا نہیں کیا میں انہیں خاص طور پر اس کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اب تحریک جدید کے سال ششم میں قریباً ایک مہینہ باقی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اپنی سستی کا ازالہ کر کے چندہ کی کمی کو پورا کریں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں کہ وہ ان پر فضل کرے گا اور انہیں دشمن کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑے گا۔

اسی طرح میں باہر کی جماعتوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں بالخصوص تحریک جدید کے کارکنوں اور امراء اور پریذیڈنٹوں کو کہ وہ تحریک جدید کے بقائے ادا کرنے اور وعدوں کے پورا کرنے کی طرف توجہ کریں۔ مجھے بعض بیرونی جماعتوں کے خطوط سے معلوم ہوا ہے کہ بعض امراء اور پریذیڈنٹ اس میں تساہل سے کام لے رہے ہیں۔ انہیں اپنی اس غفلت کو دور کرنا چاہیئے اور پوری تندہی اور جانفشانی سے اس میں حصہ لینا چاہیے۔ اب تحریک جدید کے چھ سال گزرنے والے ہیں اور صرف چار سال باقی رہتے ہیں۔ گویا ہماری منزل نصف سے زیادہ طے ہو چکی ہے۔ اس لئے اب ہماری کوششوں کی رفتار پہلے سے بہت زیادہ تیز ہو جانی چاہیئے تا کہ اگر پہلے سالوں میں ہم سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ ہمارے اچھے انجام کو دیکھ کر اسے دور کر دے۔

دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جو نصیحتیں کیں ان میں سے ایک نصیحت آپ نے یہ بھی کی کہ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ 1 کہ تم پر موت ایسی حالت میں آنی چاہیئے جبکہ تم خدا تعالیٰ کے کامل فرمانبردار ہو۔ کیونکہ موت ہی انسان کی زندگی کی آئینہ دار ہوتی ہے اور کام کے انجام ہی اصل چیز ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے اَلْاُمُوْرُ بِخَوَاتِیْمِھَا کہ کام اپنے انجام کے لحاظ سے ہوتے ہیں یعنی کاموں کا اچھا یا برا ہونا انجام پر منحصر ہوتا ہے۔

پس اب تحریک جدید کے چندہ کی ادائیگی میں زیادہ جوش، زیادہ اخلاص اور زیادہ مستعدی سے کام لینے کی ضرورت ہے کیونکہ جو شخص ان آخری سالوں میں زیادہ اخلاص دکھلائے گا اگر بالفرض اس سے پہلے سالوں میں کوئی سستی بھی ہوئی ہو گی تو خدا تعالیٰ کہے گا کہ جیسے موت کے وقت کے اخلاص کی مَیں قدر کیا کرتا ہوں اِسی طرح میں اس اخلاص کی قدر کروں گا اور اس کی پچھلی تمام کوتاہیوں کو معاف کر دوں گا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن انسان کو اس کے بہترین اعمال کے لحاظ سے بدلہ دیا جائے گا۔2 یعنی جب اسے نمازوں کا ثواب دیا جائے گا تو یوں نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کمزور نمازوں کا الگ ثواب دے اور اس نماز کا جو اس نے اخلاص سے پڑھی ہے الگ ثواب دے بلکہ اس نے اپنی زندگی میں جو بہتر سے بہتر نماز پڑھی ہو گی اللہ تعالیٰ اس نماز کے مطابق اسے تمام نمازوں کا بدلہ دے گا۔ اسی طرح یہ نہیں ہو گا کہ روزوں کے اجر کی بنیاد اس کے کمزور روزوں پر رکھی جائے بلکہ اس نے اپنی زندگی میں جو بہتر سے بہتر روزہ رکھا ہو گا خدا تعالیٰ اس پر اس کے روزہ کے اجر کی بنیاد رکھتے ہوئے تمام روزوں کا ثواب اسی کے مطابق دے گا۔ اسی طرح اگر اس نے ایک سے زیادہ حج کئے ہیں اور بعض ان میں سے کمزور ہیں تو خدا تعالیٰ یہ نہیں کہے گا کہ فلاں کمزور حج کا اسے اتنا ثواب دو اور فلاں اچھے حج کا اسے اتنا ثواب دو بلکہ اس نے اپنی زندگی میں جو بہتر سے بہتر حج کیا ہو گا خدا تعالیٰ حج کا سارا انعام اسی کے مطابق دے گا۔ غرض زندگی کے احسن اعمال پر اجر کی بنیاد رکھی جائے گی اور کمزور اعمال کا اجر بھی اچھے اعمال کے مطابق دیا جائے گا۔ تو آخری ایام میں کام کو زیادہ احسن رنگ میں سرانجام دینا پہلی تمام کمزوریوں کو مٹا کر انسانی زندگی کے تمام اعمال کو احسن بنا دیتا ہے۔

پس میں جماعت کو ان دونوں امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ چندہ جلسہ سالانہ کی طرف بھی اور چندہ تحریک جدید کی ادائیگی کی طرف بھی۔ اور سب دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان چندوں کی ادائیگی میں ہمہ تن مشغول ہو جائیں تا تحریک جدید کے نئے سال کے اعلان سے پہلے پہلے تمام رقمیں پوری ہو جائیں۔ بالخصوص قادیان والوں کو اس امر کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیئے اور ان کی قربانیاں دوسروں سے نمایاں ہونی چاہئیں۔ ساتھ ہی ضمنی طور

پر میں اس امر کی طرف بھی توجہ دلا چکا ہوں کہ ان چندوں میں زیادہ جوش سے حصہ لینے کا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہیئے کہ جلسہ سالانہ پر آنے میں لوگ سستی سے کام لیں۔

ہماری جماعت کا ہر قدم خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کی طرف اٹھ رہا ہے اور جتنی جماعت بڑھتی چلی جاتی ہے اتنی ہی قادیان میں آنے والوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ بے شک یہ ایک بوجھ ہے مگر آخر ہم نے ہی اس بوجھ کو اٹھانا ہے اور یہی وہ بوجھ ہیں جن کے اٹھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی برکات حاصل ہؤا کرتی ہیں۔ دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ہم کسی کا بوجھ اٹھالیتے ہیں تو وہ ہم پر خوش ہوتا ہے اسی طرح جب ہم خدا تعالیٰ کے دین کا بوجھ اٹھائیں گے تو خدا اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی ہمارے تمام بوجھ اٹھالے گا۔ جب دنیا میں تمہارا کوئی بوجھ اٹھاتا ہے تو تم اسے مزدوری دیتے ہو، پھر تم کس طرح خیال کر سکتے ہو کہ تم خدا کے لئے اس کے دین کا بوجھ اٹھاؤ اور وہ تمہیں کوئی مزدوری نہ دے۔ خدا تعالیٰ اس بوجھ کے اٹھانے کی ہمیشہ اپنی جماعتوں کو مزدوری دیتا چلا آیا۔ اور دیتا چلا جائے گا اور اس کی مزدوری یہی ہے کہ جب ہم اس جہان میں اس کے دین کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں تو وہ اگلے جہان میں ہمارے بوجھ اٹھالیتا ہے۔ جہاں دائمی اور ابدی زندگی ہمارا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ یہ کتنا سستا سودا ہے کہ ہم اپنی عمر کے تیس یا چالیس یا پچاس یا ساٹھ سال اس کا بوجھ اٹھائیں اور وہ لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں ارب سال کی زندگی میں ہمارے تمام بوجھ خود اٹھالے۔ اگر اتنے سستے سَودے کی طرف بھی کسی کو توجہ نہیں ہوتی تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کے دل پر زنگ لگ چکا ہے اور اب اس کے لئے دعا کے سوا کوئی چارہ نہیں اور خدا ہی ہے جو اس کے اس زنگ کو دور کرے۔ پس اگر کوئی شخص دین کے اس کام کے لئے بھی اپنے دل میں بشاشت نہیں پاتا تو اسے سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہیے کہ وہ وضو کرے اور نفل پڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے خدا! دین کے کاموں کے متعلق میرے دل میں بشاشت پیدا نہیں ہوتی اور نہ دین کا بوجھ اٹھانے کی مجھے توفیق ملتی ہے تُو اپنے فضل سے میرے دل میں دین کے کاموں کے لئے رغبت پیدا کر اور مجھے ان بوجھوں کے اٹھانے کی توفیق عطا فرما تاکہ قیامت کے دن تُو خود میرے تمام

بوجھ اٹھالے۔" (الفضل 19 نومبر 1940ء)

---

1 البقرۃ:133

2 لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَاكَانُوْيَعْمَلُوْنَ۔(التوبة:121)